سید کامران عباس کاظمی

شعبہ اردو، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

اردو میں ناولاتی تنقید: چند بنیادی مباحث

Syed Kamran Abbas Kazmi

Department of Urdu, International Islamic University, Islamabad.

Criticism on Novel in Urdu

دنیا بھر کی زبانوں میں ایک عمومی اصول ہے کہ تنقیدی پیمانے سب سے قبل شاعری کے ہی وضع کیے گئے۔ اردو زبان و ادب میں بھی تنقید ادب کا آغاز تحسین شعری سے ہی ہوا اور اس کے ابتدائی مآخذات تذکرے ہیں۔ اردو میں جدید تنقید کی بنیاد الطاف حسین حالی نے ''مقدمہ شعروشاعری'' لکھ کر رکھی۔ گویا یہاں بھی تنقید کے لیے شعر کو ہی موزوں سمجھا گیا۔ نثر اور بالخصوص فکشن کی تنقید بہت بعد کی پیداوار ہے۔ تنقیدی اصول بھی شاعری سے ہی وضع کیے گئے اس لیے آج بھی تنقید میں ایجاز و اختصار کو فن کی خوبی گردانا جاتا ہے اسی طرح ابہام اور ایمائیت بھی خوبی شمار ہوتے ہیں۔ فکشن کی تنقید کے تقاضے شعر کی تنقید سے بالکل مختلف ہوتے ہیں۔ گو کہ تنقید کا یہ منصب نہیں کہ وہ تخلیق کار کی رہنمائی کرے البتہ تنقید تخلیقی عمل کے جھاڑ جھنکار صاف کرنے میں ضرور معاون ہوتی ہے۔ فکشن کی تنقید کا آغاز بھی خود فکشن کی طرح اردو میں کافی تاخیر سے ہوا۔ ناول کی تنقید کی ابتدا کے متعلق نیر مسعود لکھتے ہیں:

> اردو ناول کی ابتدائی تنقید کے نمونے زیادہ تر ان ناولوں کے دیباچوں، تعریفوں، اشہارات اور خاتمۃ الطبع کی عبارتوں اور خال خال تبصروں کی صورت میں ملتے ہیں۔ یہ تحریریں کسی حد تک ان ناولوں کی امتیازی خصوصیتوں کے حوالے سے اس عہد کی اس نئ صنف ادب کی معیار بندی کرتی ہیں۔ ۱

یہاں اردو ناول کی تنقید کی تاریخ مرتب کرنا موضوع سے خارج ہے فقط یہ دیکھنا مقصود ہے کہ اردو ناول پر تنقید کی عمومی صورتحال کیا رہی ہے؟ اردو ناول پر تنقید کے دو پہلو موجود ہیں۔ ناول کے نظری مباحث اور انفرادی مطالعے، نظری مباحث کو بھی دو حصوں میں منقسم کیا جا سکتا ہے یعنی فن ناول نگاری اور ناول کا موضوعاتی مطالعہ۔ فن ناول نگاری کے حوالے سے بد قسمتی

سے اردو میں کچھ خاص، اہم اور مستند کتاب موجود نہیں ہے۔ بلکہ اردو ناول کے ہر طرح کے تنقیدی ذخیرے کی کمی کا شکوہ کرتے ہوئے وہاب اشرفی نے کلیم الدین احمد کے حوالے سے لکھا ہے:

اردو ناول پر کوئی اچھی کتاب نہیں ملتی، ایک کتاب کی ضرورت ہے جو موجود ذخیرے کا جائزہ لے، اس کی قدر و قیمت کا تعین کرے، اچھے ناولوں کی کمی کے اسباب کا پتہ لگائے[۲]، نئی راہیں کھولے اور اس میں مغربی کارناموں کا ایک دھندلا سا خاکہ پیش کرے، ایسی کتاب کی ضرورت ہے بہت ضرورت ہے۔[۳]

فنی حوالے سے ڈاکٹر احسن فاروقی اور ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی کی تالیف کردہ کتاب ''ناول کیا ہے؟'' اور ڈاکٹر سید محمد عقیل کی کتاب ''جدید ناول کا فن'' اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے ناکافی ہیں۔ تنقید اور ناول کے موضوعاتی آفاق کی جانچ پرکھ پر باقاعدہ کوئی کتاب نہیں ہے البتہ شذرات میں مضامین مل جاتے ہیں جو مختلف رسائل میں طبع ہوتے رہے ہیں۔ المیہ تو یہ ہے کہ جس طرح شاعری اور افسانے کے حوالے سے باقاعدہ نقاد مل جاتے ہیں ایسے اردو میں ناول کا کوئی باقاعدہ نقاد نہیں ہے۔ ایک ڈاکٹر ممتاز احمد خان ہیں اور ان کا تعلق بھی عہد جدید سے ہے۔ ناول کے ابتدائی دور میں تو کوئی ان سا بھی نہیں تھا۔ ڈاکٹر ممتاز احمد خان کی خوبی یہ ہے کہ وہ ناول کی بارہا قرآت کرتے ہیں اور اس ناول کی مرکزی مسئلے کو دریافت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اردو کے بہت سے ناولوں پر ان کے اچھے تعارفی مضامین موجود ہیں اور ان کی وجہ سے انجمن ترقی اردو کے ماہنامہ ''قومی زبان'' میں کبھی کبھار ناول پر بھی مضامین شائع ہوتے رہتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب موصوف کی ناول کی تنقید کے حوالے سے چار کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔

جب تک ناول کی تنقید پر قابل ذکر کام سامنے نہیں آئے گا اچھے اور پر اثر ناول کی خواہش حقیقت کا روپ نہیں دھار سکے گی۔ آخر ناول کی تنقید کیوں نہیں ہے؟ یہ سوال بھی اچھے ناول کمیاب کیوں؟ کے ساتھ جڑا ہوا ہے۔ دراصل شاعری کی تنقیدی روایت ہونے کے باوصف اور شعر کی تفہیم فوری ہونے کے باعث نقاد نقد شعر کو ترجیح دیتا ہے۔ اس طرح شاعر کے علاوہ نقاد کو بھی تحسین فوراً مل جاتی ہے اور اس کی ادبی شناخت قائم ہو جاتی ہے۔ جبکہ نقد ناول میں وقت صرف ہوتا ہے۔ ناول طویل ہوتا ہے اور اس کی تفہیم کے لیے کئی نشستیں درکار ہوتی ہیں۔ ناول چونکہ زندگی کے وسیع آفاق تک پھیلا ہوتا ہے یعنی اس میں منطق، فلسفہ، سائنس، سماجیات، معاشیات، نفسیات اور دیگر علوم اور پھر اس کے فنی مضامین اور تکنیکی کمالات موجود ہوتے ہیں اور ان سب عناصر کو دریافت کرنا اور پھر انہیں تنقیدی وحدت میں پرونا جان جوکھوں کا کام ہے تس پر بھی کیا معلوم کہ نقاد کی دریافت قابل تحسین ٹھہرتی ہے یا نہیں۔ گویا تفہیم ناول انفرادی سطح پر مشکل کام ہے تو ناول کے موضوعات اور دیگر فنی مضامین کا اجتماعی جائزہ لینا تو مزید ناکوں چنے چبوانے والا عمل ہوا۔ اس کے برعکس کسی شاعر کی غزل اٹھائی یا نظم کو پکڑا اور اس سے دنیا جہان کے معانی دریافت کرا لائیے کوئی ٹوکنے والا نہیں کیونکہ مجھ پر غزل یا نظم یوں کھلی ہے آپ اپنے معانی دریافت کر لیجیے کوئی مضائقہ نہیں۔

اردو میں ناول نگاری کا چلن مغربی ناول نگاری کے طفیل ہوا تھا۔ اس لیے دیگر تنقیدی افکار کی طرح ناول کے تنقیدی اوزار بھی مغرب سے درآمد کیے گئے۔ البتہ یہ تجارت قدرے تاخیر سے ہوئی کیونکہ اس وقت تک مولوی نذیر احمد اور بعد ازاں عبدالحلیم شرر ناول کے نام پر اصلاحی، تبلیغی، جذباتی اور مقصدی قصوں کو فروغ دے چکے تھے۔ سو ایک تو یہ قباحت پیدا ہوئی کہ

ناول کا آغاز ان افراد کے ہاتھوں ہوا جن کی پہلی یا بنیادی شناخت مصلح قوم کی تھی اور وہ ناول کے فنی اسرار و رموز سے نابلد تھے۔ دوسرے پہلو کا تعلق اردو میں شعر کی مستحکم روایت سے ہے۔ شعر کی بنیادی خوبی اس کا پر تاثیر ہونا ہے سو ان قصوں میں بھی عوامی مزاج کو مدنظر رکھتے ہوئے پر تاثیریت کو جگہ دینے کی کوشش کی گئی۔ البتہ یہ تاثیریت زبان کی چاشنی و حلاوت سے زیادہ مبلغانہ طرز بیان سے پیدا کی گئی۔ اس طرح ناول میں زندگی کا مشاہدہ تو در آیا لیکن وہ اس قدر سطحی تھا کہ وہ ''اکبری'' یا محض ''اصغری'' کو ہی جنم دے سکتا تھا۔ یعنی مثالیت پسند کردار کا جنم ہی مبارک سمجھا گیا حالانکہ اٹھارویں صدی کے ناول کے لیے بھی بقول یونس خاں درج ذیل صفات کا ہونا لازمی تھا:

> ناول کا ہیرو رزمیہ یا المیہ کے معنی میں ہیرواک (Heroic) نہیں ہونا چاہیے۔ اس میں ہر دو مثبت اور منفی صفات ہونی چاہیں: ادنیٰ اور ارفع، مزاحیہ اور سنجیدہ وغیرہ۔
> ہیرو کی شبیہ مکمل اور غیر متبدل انسان کے طور پر نہیں دکھلائی جانی چاہیے، ہیرو کو نشو و نما کی طرف مائل ہونا چاہیے اس فرد کے طور پر جو زندگی سے سیکھتا ہے۔۴

یہ خصوصیات فقط ہیرو کی ہی نہیں ہیں بلکہ ناول کا موضوع بننے والا ہر کردار ان کے ذیل میں رکھا جا سکتا ہے۔ لیکن اردو کے ابتدائی ناول میں بالخصوص اور ازاں بعد بطور روایت کے بھی عام انسان جو خوبیوں اور خامیوں کا مرکب ہوتا ہے، اسے حاشیے پر بھی جگہ نہ ملی۔ تیسری بڑی وجہ ناول کے فنی لوازم سے ناآشنائی یا عدم جانکاری بھی ہے۔ ناول کے فنی مباحث قریباً ترقی پسند تحریک کے ساتھ موضوع بننے لگے تھے۔ اس لیے اگر حال کے نقطے پر کھڑے ہو کر ناول کے فنی مباحث کے آغاز، ناول میں ان کے استعمال اور پھر ناول کے ارتقا پر نگاہ ڈالی جائے تو فضا زیادہ امید افزا نظر نہیں آتی۔ اس ضمن شمس الرحمٰن فاروقی کی درج ذیل رائے اپنی قوت استدلال کے باعث ناولاتی تنقید کی خامیوں کا زیادہ پر اثر احاطہ کرتی ہے:

> ناول کی جدید تنقیدی نظری تنقید سے ہم اردو والوں کی ملاقات بس واجبی ہی سی ہے۔ ناول کے اصولوں سے ہماری ملاقات ان کتابوں کی بنا پر ہے جو آج سے ساٹھ ستر برس پہلے لکھی گئی تھیں۔ بلکہ ہنری جیمس کے مضامین، جن پر ناول کی زیادہ تر تنقید ہمارے یہاں تکیہ کرتی رہی ہے، اب سو برس سے بھی اوپر کی عمر کو پہنچ چکے ہیں۔ ای۔ ایم فارسٹر (E.M.Forster) کی چھوٹی سی کتاب جس کے بغیر ہمارے اکثر نقاد لقمہ نہیں توڑتے، ۱۹۲۷ء کی ہے، اس کتاب میں پلاٹ اور کردار کے بارے میں جو کہہ دیا گیا ہے، دشت تنقید میں ہمارا زاد سفر اب بھی وہی ہے۔ ہنری جیمس کے پہلے ناول کی نظری تنقید میں کیا مسائل تھے، اور ادھر تیس پینتیس برس میں جو نئی باتیں ہوئی ہیں، ہمیں ان دونوں سے کوئی سروکار نہیں۔۵

فاروقی کا درج بالا تجزیہ بالکل درست ہے۔ دراصل ہماری تنقید ناولاتی شعریات جس کا تعلق ہمارے مزاج اور ماحول اور علمی فضا سے ہو، اسے وضع ہی نہیں کر پائی۔ فاروقی نئی تنقید کی شعریات کی طرف توجہ مبذول کراتے ہوئے ناولاتی شعریات کے وضع کرنے پر زور دیتے ہوئے مزید لکھتے ہیں:

> میرا کہنا یہ ہے کہ روسی ہیئت پسندوں (Russian Formalism)، اور بیانیہ کی فرانسیسی وضعیاتی تنقید سے معاملہ کیے بغیر ہم ناول اور داستان دونوں کی تنقید میں ناکام رہیں گے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ داستان

چونکہ ایک مخصوص تصور کائنات کا اظہار کرتی ہے، اس لئے اس تصور کائنات کو بھی سمجھے بغیر ہماری تنقید ادھوری رہے گی۔ افسوس یہ ہے کہ ہم نہ مغربی مفکروں سے آگاہ ہیں اور نہ اپنی شعریات سے بہرہ مند ہیں۔۶

معاملہ اگر محولہ اقتباس کے پہلے نقطے تک مرکوز رہتا تو تجارت کا پرنالہ فقط دیوار بدلنے تک محدود رہتا ہے لیکن فاروقی نے تصور کائنات اور اپنی شعریات کا ذکر کر کے ناولاتی تنقید کو وسیع آفاق کی طرف رہنمائی کرنے کا فریضہ انجام دیا ہے۔ اردو ناولاتی تنقید قریباً سو سال سے زیادہ کی عمر کو پہنچ چکی ہے لیکن ابھی تک اس کی اپنی شعریات مقرر نہیں ہو سکیں۔ اسی لیے اردو میں ناولاتی تحقیق بھی چند بنیادی موضوعات (جن کی کثرت ایک دوسرے کی تکرار ہے) سے اوپر نہیں اٹھ سکی۔

ناولاتی تنقید و تحقیق کا ایک اور المیہ بھی ہے۔ جیسا کہ فاروقی نے داستان اور ناول کی پرکھ کے ضمن میں مغربی ناقدین کے افکار سے نابلد ہونے کے علاوہ اپنی تہذیبی فضا کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنی شعریات کا اخذ نہ کرنا بھی ایک کوتاہی قرار دیا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ مغربی ناقدین و مفکرین کے علمی سرمائے سے نابلد ہونے اور اپنی شعریات سے بہرہ مند نہ ہونے کے علاوہ:

> اس بے خبری، اور اپنے کلاسیکی ورثے کی ناقدری کا ایک نتیجہ یہ ہوا کہ ہم نے داستان کو ناول کی روشنی میں پڑھا اور داستان کو ناول سے کم تر قرار دیا۔ لیکن ہم نے ناول کو داستان کی روشنی میں نہ پڑھا۔ ہم اگر ایسا کرتے تو شاید کچھ اور ہی نتائج برآمد ہوتے۔۷

ایک پہلو کی طرف تو فاروقی نے توجہ دلا دی کہ ناول کو داستان کی روشنی میں پڑھا جانا چاہیے تھا لیکن ہمارے تہذیبی ورثے سے داستانیں مخصوص نوآبادیاتی مقاصد کے حصول کی خاطر تقریباً حذف ہو کر رہ گئی تھیں۔ لیکن یہیں سے ایک اور پہلو بھی ظاہر ہوتا ہے کہ جیسے داستان کو ناول کی روشنی میں پڑھا گیا بعینہ ناول کو افسانے کے ذیل میں رکھ کر پرکھا گیا۔ حتیٰ کہ ناولاتی تحقیق ان خطوط کی روشنی میں کی جا رہی ہے جو افسانے نے مقرر کیے ہیں۔ ہمارے ادب میں افسانے کو شہرت بھی زیادہ ملی، یہ ایک وجہ ہو سکتی ہے، لیکن افسانے میں ایک فوری تاثر کا حصول اور اس کا تادیر قرار ممکن ہوتا ہے۔ جب کہ ناول میں پورے ماجرے کے مطالعے کے بعد نتائج کا استنباط فوری ممکن نہیں ہوتا اس لیے بالعموم ناقدین افسانے سے اخذ کیے گئے تاثر کو اس ناول نگار پر منطبق کر دیتے ہیں۔ ایک قرۃ العین حیدر ایسی خوش قسمت ناول نگار ہیں جن پر بہت سے تنقیدی مضامین لکھے گئے اور ان کی تخلیقی جہات کا بہ خوبی احاطہ کیا گیا۔ دوسری اہم بات نقد قرۃ العین کی یہ بھی ہے کہ فقط ان کے فن کو ان کے ناولوں کو مدنظر رکھ کر پرکھا گیا اس کی ایک وجہ ان کی افسانہ نگاری کا ثانوی ہونا بھی ہے۔ لیکن اگر نقد قرۃ العین کا بھی مجموعی جائزہ لیا جائے تو صورت حال اطمینان بخش ہرگز نہیں ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ناول کی تنقید کو فروغ دینے کی کوشش کی جائے اور ناول کی الگ صنفی حیثیت کو اہمیت دی جائے۔

فکشن کی تنقید کے حوالے سے یہ پہلو بھی غور طلب ہے کہ دنیا کی کسی بھی زبان میں فکشن سے پہلے اور فکشن سے زیادہ شاعری کی تنقید لکھی گئی ہے اور فکشن کی تنقید بہت بعد میں لکھی گئی ہے۔ فکشن میں بھی افسانے کی تنقید کافی لکھی گئی لیکن ناول نظر انداز ہوتا رہا۔ البتہ مغرب میں فکشن پر لکھی جانے والی تنقید کی صورت خاصی حوصلہ افزا ہے۔ اردو میں ناول مغرب سے متاثر ہو کر لکھا گیا اس لیے ناولاتی تنقید کے معیارات بھی مغرب ہی سے آئے۔ ناول کو جدید صنعتی عہد کا ایپک کہا جاتا ہے۔ اردو میں فکشن کی تنقید کا تقریباً نہ ہونا دراصل نقاد کی سہل انگاری کا نتیجہ ہے۔ شہزاد منظر فکشن کی تنقید اور نقاد کے کردار کے حوالے سے

لکھتے ہیں:

> فکشن کی تنقید لکھنا یوں بھی بہت محنت طلب کام ہے۔ افسانے پڑھنے اور اس کی پرکھ کرنے میں کافی محنت کرنی پڑتی ہے۔ اول ناول پڑھنا اور اس کے عیوب و محاسن کا سراغ لگانا تو اور مشکل اور محنت طلب کام ہوتا ہے۔ اس لیے ہمارے ناقدین افسانے اور ناول پر لکھنے سے گھبراتے ہیں اور فرسودہ اور پٹے ہوئے موضوعات پر لکھنا پسند کرتے ہیں۔[۸]

فکشن کی تنقید کی کمیابی اور معیار کی غیر تسلی بخش حالت کا ذمہ دار براہ راست نقاد ہے۔ کیونکہ نقاد کی سہل انگاری نے ناولاتی تنقید کے نہ تو پیمانے مقرر کیے[۹] اور نہ ہی تنقید کی کوئی روایت پیدا کی۔ اچھے ناول کی تخلیق نہ ہونے کے اسباب میں ناول کی تنقید کا ہاتھ بھی ہے۔ تخلیق ناول کی روایت میں مقامی شعریات کو مدنظر رکھتے ہوئے نہ تو فن ناول نگاری کے حوالے سے کوئی اہم تو کجا قابل ذکر تصنیف سامنے آئی ہے اور نہ ہی تخلیق ناول کے حوالے سے جامع تصنیف سامنے آسکی ہے۔ ناولاتی تنقید کا مکمل انحصار جامعات کی سطح پر لکھے جانے والے مقالات تک محدود ہے۔ جامعات کی سطح پر ہونے والے کام کو ناولاتی تنقید کے حوالے سے تسلی بخش قرار نہیں دیا جاسکتا۔ کیونکہ اکثر طلبہ میں ادبی شعور اور تنقیدی بصیرت کا اعلی معیار نہیں ہوتا اور پھر ان کا بنیادی مقصد ڈگری کا حصول ہوتا ہے۔ اس لیے جامعات کی سطح پر کسی بھی موضوع پر کیا گیا کام بالعموم اعلیٰ ادبی معیار کا حامل نہیں ہوتا۔ اردو ناقدین کا المیہ بھی یہی ہے کہ وہ بطور نقاد شہرت کے حصول کے لیے آسان راستہ تلاش کرتے ہیں جو کہ شاعری کے کوچے سے نکلتا ہے۔ ناولاتی تنقید کا معیار تو ایک طرف رہا خود شاعری کی تنقید کا معیار بھی گذشتہ کچھ عرصہ سے متاثر کن نہیں رہا۔ اس کا سبب فقط نقاد کی سہل انگاری ہے اور اپنی ذمہ داری کا احساس نہ کرنا بھی ہے۔ شاعری پر تنقید قدرے آسان ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ مثلاً شاعری قریباً سات سو سال کی روایت کی حامل ہے اس لیے اس کی اپنی شعریات تشکیل پا چکی ہے اور خود غزل اپنی فنی بلندیوں کو چھو چکی ہے اس لیے اس پہ لکھنا قدرے سہل ہے۔ جدید نظم پہ لکھنے کے بجائے نقاد میر، غالب اور اقبال کو موضوع بنالے گا اور ان پر لکھے گئے چند مضامین پڑھنے کے بعد اپنا ایک نقطہ نظر بنا کر اس کے لیے لکھنا آسان ہو جائے گا۔ لیکن ناول کے اس دشت کی سیاحی سہل نہیں ہے۔ اردو کے بلند پایہ اور جدید فکر کے حامل ناقدین نظری تنقیدی موضوعات تو جدیدیت کے زیر بحث لاتے ہیں لیکن عملی تنقید کرتے وقت نہ تو جدید نظم کو موضوع بناتے ہیں اور نہ ہی ناول ان کی نظر التفات حاصل کرنے میں کامیاب ٹھہرتا ہے۔ اس ضمن میں محمد حسن عسکری اور شمس الرحمٰن فاروقی کے نام لیے جاسکتے ہیں کہ جن کی نظری تنقید کا معتد بہ حصہ نقد میر پہ مشتمل ہے۔ دیگر اہم ناقدین جیسے احتشام حسین، سلیم احمد، ممتاز حسین، وارث علوی، شمیم حنفی، ڈاکٹر رشید امجد، ڈاکٹر نوازش علی وغیر کی عملی تنقید کا موضوع بالعموم شاعری ہی رہی ہے۔

فکشن کی تنقید باقاعدہ منصوبہ بندی کر کے لکھوائی جانی چاہیے اس حوالے سے کچھ تجاویز اس مقالہ کے آخر میں دی گئی ہیں۔ مدیران جرائد کی ذمہ داری بھی بنتی ہے کہ وہ موضوعات کا چناؤ کر کے مختلف ناقدین کو تقسیم کریں اور پھر ان کے مضامین اپنے جرائد میں شائع کریں۔ فکشن کی تنقید کے حوالے سے جامعات کی سطح پر اور حکومتی سطح پر سیمینار، ورک شاپ اور کانفرنسیں کرائی جائیں جن میں نئے مضامین پڑھے جائیں۔ تب ممکن ہے کہ ناولاتی تنقید پہ پیش رفت ہو سکے۔ شہزاد منظر اردو ناول کی تنقید کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> آج ہم زندگی صنعتی عہد میں بسر کر رہے ہیں اور صنعتی عہد بنیادی طور پر نثر کا عہد ہے لیکن ہم اپنی اور سماجی پس ماندگی کے باعث ابھی تک نثری ادب کی اہمیت سے انکار کر رہے ہیں۔ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم شاعری کی تنقید کے ساتھ افسانے اور ناول کی تنقید کی جانب بھی یکساں طور پر توجہ دیں اور کم از کم مستند اور معتبر افسانہ نگاروں اور ناول نویسوں کی خدمات کو اردو فکشن کے تناظر میں سمجھنے، پرکھنے اور ان کی قدر و قیمت متعین کرنے کی کوشش کریں۔اس کے بغیر نہ ان مصنفوں سے انصاف ہوگا اور نہ اردو ادب سے۔۱۰

ناول کی تنقید اور اس کے ماحصل کے حوالے سے درج بالا اقتباس کو اس مقالے کا نتیجہ بھی سمجھا جائے۔گویا ناول کی تنقیدی دنیا آباد نہ ہونے کا باعث نقاد کی سہل پسندی ہے۔جب تک اردو تنقید ناول کو اہمیت نہیں دے گی ادب اپنے تہذیبی ورثے کی روح سے تہی رہے گا۔ناول پر تنقید کے نام پر جو کتب دستیاب ہیں وہ دراصل مختلف ڈگریوں کے حصول کے لیے لکھے گئے تحقیقی مقالات ہیں جو بعد میں کتابی صورت میں شائع ہو گئے اور ان کی اہمیت اس لیے بڑھ گئی کہ ناول پر تنقید ویسے بھی تو عنقا تھی۔ان کتب کا حال بھی کچھ زیادہ بہتر نہیں، ان میں اکثر کا طریقہ کار یہ ہے کہ ان میں دراصل نقد ناول کے نام پر پہلے تو ناول کی کہانی خلاصہ لکھا جاتا ہے، پھر کرداروں کا تعارف کرا دیا جاتا ہے اور پھر کچھ باتیں اسلوب پر کر لی جاتی ہیں۔موضوع بھلے کچھ ہو طریقہ کار ایک سا ہے۔کچھ ایسی ہی صورت ناول کی تحقیق کی بھی ہے۔

جیسا کہ وضاحت کی گئی ہے کہ اردو ناول میں تنقید نہ ہونے کے برابر ہے اور تحقیق حصول ڈگری کی غرض سے کی تو جا رہی ہے مگر یہ بھی جگالی کا عمل ہے۔ناول کی تحقیق دو طرح سے کی گئی ہے۔انفرادی مطالعے اور موضوعاتی مطالعے۔انفرادی مطالعوں کے ساتھ یہ قباحت ہے کہ ہماری یونیورسٹیاں کسی ایک شخص کا مجموعی مطالعہ کرانے سے کتراتی ہیں یوں دو تین ناول نگار ملا کر محقق کو مطالعہ کرنا پڑتا ہے۔اسی طرح موضوعاتی مطالعوں کے ساتھ مسئلہ یہ ہے کہ یونیورسٹی زمانے کی تحدید کرنے سے کتراتی ہیں۔یعنی کوئی ایک خاص موضوع کسی خاص عصر کے حوالے سے دیکھ لیا جائے تو شاید زیادہ بہتر نتائج سامنے آ جائیں۔

ناول کی تحقیق زیادہ مشکل کام ہے۔بالعموم یہ دیکھا گیا ہے کہ محقق کسی ناول کو زیر بحث لاتے وقت پہلے کہانی کا خلاصہ تحریر کر دیتا ہے اور خلاصہ لکھتے ہوئے چند تنقیدی جملے اضافہ کرتا جاتا ہے یا پھر کرداروں کی تفصیل اور کردار سازی پر تبصرہ کر دے گا اور آخر میں ناول کے اسلوب یا تکنیک پر کچھ جملے اضافہ کر کے آگے بڑھ جائے گا۔اس کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ ناول کی زمانی تقسیم کر کے مذکورہ موضوع ایک سے زیادہ مقالہ نگاروں کو تفویض کیا جائے تو شاید بہتر کام ہو سکے۔

ناول کی تنقید کا راستہ دراصل ناول کی تحقیق سے کھلے گا۔محقق جتنی محنت سے ناول کے موضوعات کا احاطہ کرے گا نقاد اتنی آسانی سے ان موضوعات کے محرکات کا پتہ لگائے گا۔ویسے بھی تحقیق اور تنقید کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ناول کی تحقیق اب فقط جامعات میں ہی ہو سکتی ہے کیونکہ ناقدین کی سہل پسندی نے نقد ناول کی طرف توجہ نہیں کی تو وہ ناولاتی تحقیق کے ناہموار راستے پر کیسے سفر کریں گے۔سو جامعات کو چاہیے کہ وہ ناولاتی تحقیق کی حوصلہ افزائی کریں۔اس ضمن میں کچھ سفارشات آئندہ سطور میں پیش کی جا رہی ہیں۔

سفارشات:

تحقیق ناول میں جدید تحقیقی نظریات جامعات میں پڑھائے جائیں اور ان کے مطابق ناولاتی تحقیق کو فروغ دیا

جائے۔ ناول نگاروں کے مختلف موضوعات کے حوالے سے انفرادی مطالعے کرائے جائیں، موضوعات کا چناؤ ناول نگار کی افتادِ طبع، اس کے عصری حالات اور اس کے ذہنی میلانات کی روشنی میں کیا جائے۔ ناول کے حوالے سے اجتماعی سطح پر موضوعاتی تحقیق کرائی جائے۔ اس ضمن میں اب تک جو مطالعے ہوئے ہیں وہ ناکافی ہیں۔

ناول کے تقابلی مطالعے کو رواج دیا جائے۔ اس ضمن میں مزید گزارش ہے کہ تقابل محض ہم عصروں میں نہ کرایا جائے بلکہ اگر مختلف عصر کے ناول نگاروں کے مابین کچھ اشتراکات ہیں تو ان کا تقابل بھی کرایا جاسکتا ہے۔ مثلاً حقیقت نگاری کے حوالے سے پریم چند اور شوکت صدیقی کا تقابل کرایا جاسکتا ہے۔ ناول کے مختلف کرداروں کے نفسیاتی اور دیگر فکری تقابلی مطالعے بھی کرائے جاسکتے ہیں۔

خواتین ناول نگاروں کے ہاں خانگی زندگی کے موضوعات زیادہ شدت سے بیان ہوئے ہیں جو کہ ایک اہم تحقیقی موضوع بن سکتا ہے نیز اس امر کی تحقیق بھی کی جاسکتی ہے کہ خواتین ناول نگاروں کے ہاں نسائی شعور کس طرح کردار ادا کرپاتا ہے۔

پاک بھارت جنگوں کے حوالے سے ناول کی تحقیق ہنوز تشنہ ہے۔

غیر معروف ناول نگاروں کے مطالعے بھی عصری شعور کی روشنی میں کرائے جائیں تاکہ وہ ناولاتی روایت کا حصہ بن سکیں۔

ایم فل اور پی ایچ۔ڈی کی سطح پر مقبول عام ادب (Popular Literature) کے مختلف زاویوں کو بھی زیرِ تحقیق لایا جاسکتا ہے۔

سکالرز کو لسانی مطالعات کی مناسب تربیت دے کر ناولوں کے لسانی مطالعے کرائے جائیں۔ یہ میدان تحقیق طلب ہے کہ مختلف ادوار میں اردو زبان کیسے بدلتی آئی ہے مثلاً ''امراؤ جان ادا'' میں برتی جانے والی زبان اور ''آگے سمندر ہے'' میں برتی جانے والی زبان کے مابین کیا تبدیلی آئی ہے اور کب کب تبدیلی محسوس کی گئی ہے۔ مابعد نوآبادیات مطالعات کی گنجائش بھی اردو ناول میں موجود ہے۔ مثلاً لسانیاتی ڈسکورس، تہذیبی، سماجی، سیاسی، تاریخی ڈسکورس وغیرہ۔

ایم اے اور ایم فل کی سطح پر مختلف ناولوں کے کرداروں کے شجرے بھی بنائے جاسکتے ہیں۔ مثلاً ناول کے تمام کرداروں کا تعارف دیا جائے۔ ان کرداروں کا آپس میں تعلق واضح کیا جائے اور ناول میں ان کے کردار کے متعلق جانکاری دی جائے۔ بعد ازاں ناول کا خلاصہ دیا جائے اور ایک بھرپور مقدمہ جو اس ناول کے معائب و محاسن کا احاطہ کرے، لکھا جائے۔ اس سارے کام کو پبلشرز سے مل کر ہر ناول کے آغاز یا آخر میں شامل کر کے ناول از سرِ نو چھاپا جائے۔ ممکن ہے کہ عام قاری کو اس طرح ناول کی قرأت اور تفہیم میں آسانی محسوس ہو۔

مغربی ناولوں کے اردو ناولوں پر کیا اثرات مرتب ہوئے ہیں؟ ایسے موضوعات کی گنجائش موجود ہے۔

برصغیر کے مخصوص پس منظر میں انگریزی میں لکھے گئے ناولوں پر تحقیقی کام ہو رہا ہے لیکن ان ناولوں سے اردو ناولوں کے ساتھ تہذیبی و سماجی سطح پر تقابلی مطالعے کی گنجائش موجود ہے۔

اردو کے جن ناولوں پر فلم بنی ہیں فلم اور ناول کے مابین تقابل، زبان، تکنیک، معاشرت، تہذیب وغیرہ کے حوالے سے کرائے جائیں۔

اردو افسانہ اور اردو ناول کے موضوعات، فن، تکنیک، اسلوب اور معاشرت کے حوالے سے تقابلی تحقیق کی گنجائش موجود ہے۔

انگریزی میں موجود بالخصوص جدید ناول کے فن کے حوالے سے بہت سی کتب موجود ہیں ان کے اردو تراجم کرائے جائیں۔ ایم فل سطح کے یہ موضوعات انگلش اور اردو دونوں زبانوں کے سکالرز کو مشترکہ طور پر دیئے جاسکتے ہیں۔

تخلیقی احساس رکھنے والے سکالرز کو یہ کام بھی تفویض کیا جاسکتا ہے کہ وہ مختلف ناولوں کی ڈرامائی تشکیل کر دیں۔ یہ کام جامعات مختلف ڈرامہ پروڈکشن کمپنیوں کے اشتراک سے سرانجام دے سکتی ہیں۔

عالمی بالادستی، صارفیت کا فروغ، ملکی اور بین الاقوامی سیاست کے اثرات، عالمی کلچر، بین الاقوامیت، ۹/۱۱ کے اثرات، وغیرہ کے حوالے سے بھی ناولاتی تحقیق کی گنجائش موجود ہے۔

حوالہ جات وحواشی

۱۔ نیر مسعود، ناول کی روایتی تنقید، مشمولہ: اردو ناول، تفہیم وتنقید، مرتبین: نعیم مظہر، ڈاکٹر، فوزیہ اسلم، ڈاکٹر، ادارہ فروغ قومی زبان پاکستان، اسلام آباد، طبع اول، ۲۰۱۲ء، ص ۲۶۶

۲۔ اس ضمن میں سب قبل علی عباس حسینی نے چند پہلوؤں کا تذکرہ کیا تھا بعد ازاں ڈاکٹر یوسف سرمست بھی اس موضوع کو زیر بحث لائے جب کہ راقم نے اپنے پی ایچ ڈی کے مقالے میں اس موضوع پر چند گذارشات پیش کی ہیں جو چند ترامیم اور اضافوں کے ساتھ مجلّہ ''نقاط'' مدیر: قاسم یعقوب، کے شمارہ ۱۲ میں مضمون کی صورت شائع ہو چکی ہیں۔

۳۔ وہاب اشرفی، اردو ناول اور اس کے نقاد، مشمولہ: اردو ناول، تفہیم وتنقید، مرتبین: نعیم مظہر، ڈاکٹر، فوزیہ اسلم، ڈاکٹر، ادارہ فروغ قومی زبان پاکستان، اسلام آباد، طبع اول، ۲۰۱۲ء، ص ۴۵۴

۴۔ یونس خاں، ایڈووکیٹ، لسانی فلسفہ اور فکشن کی شعریات، دار الشعور، لاہور، ۲۰۰۱ء، ص ۵۷

۵۔ شمس الرحمٰن فاروقی، ساحری، شاہی، صاحب قرانی داستان امیر حمزہ کا مطالعہ، جلد اول: نظری مباحث، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی، طبع اول، ۱۹۹۹ء، ص ۱۷

۶۔ شمس الرحمٰن فاروقی، ساحری، شاہی، صاحب قرانی داستان امیر حمزہ کا مطالعہ، جلد اول: نظری مباحث، ص ۱۷

۷۔ شمس الرحمٰن فاروقی، ساحری، شاہی، صاحب قرانی داستان امیر حمزہ کا مطالعہ، جلد اول: نظری مباحث، ص ۴۳

۸۔ شہزاد منظر، فکشن کی تنقید کے مسائل، مشمولہ: ماہنامہ ''دائرے''، شمارہ ۴۔۵، جلد ۴، اکتوبر/نومبر ۱۹۹۰ء، مدیر: حسنین کاظمی، شاہین چیمبرز، کراچی، ص ۴۵

۹۔ ''ناولاتی تنقیدی شعریات: عصریت'' کے عنوان سے راقم کا ایک مقالہ شعبہ اردو، سرگودھا یونیورسٹی کے تحقیقی جریدے میں شامل ہے جس میں راقم نے ناولاتی تنقیدی پیمانے وضع کرنے کی ابتدائی کوشش کی ہے۔

۱۰۔ شہزاد منظر، فکشن کی تنقید کے مسائل، مشمولہ: ماہنامہ ''دائرے''، شمارہ ۴۔۵، جلد ۴، اکتوبر/نومبر ۱۹۹۰ء، مدیر: حسنین کاظمی، شاہین چیمبرز، کراچی، ص ۴۶